اِعجازِ ہمنوائی

یونس فرانس

کون کرے گا میرا دفاع اب
اب مجھے مرے ضمیر کا سامنا ہے

کتنے ٹکڑوں میں اِنساں بٹ گیا ہے
اب عقیدوں میں اِیماں بٹ گیا ہے

زِندگانی کی خواہشوں میں مگن
آج ہر ایک اِنساں بٹ گیا ہے

ٹُوٹ جاتے ہیں خواب آنکھوں میں اب
مصلحت میں اب ارماں بٹ گیا ہے

جہنم پیٹ کا بوڑھا ہمیں ہونے نہیں دیتا
کہ دھڑکا سرد چولہے کا ہمیں سونے نہیں دیتا

وہ کہتا ہے بنا دے گا حقیقت خوابوں کو اک دن
مگر وہ بیج خوابوں کا ہمیں بونے نہیں دیتا

وہ کہتا دے گا کر دے گا ہمارے خواب پورے سب
مگر وہ بیج خوابوں کا ہمیں بونے نہیں دیتا

وہ کہتا ہے کہ کر دے گا ہمارے خواب سب پورے

ہمیں کہتا ہے کر دے گا سبھی ارمان پورے وہ
مگر وہ خواب آنکھوں میں ہمیں بونے نہیں دیتا

اس کے تیور بتا رہے ہیں یہ
اس کے دل میں ہے بس گیا کوئی

لالی آنکھوں کی کہہ رہی ہے یہ
نیند اس کی ہے ڈس گیا کوئی

کاش مجھ سے ملے وہ یوں اک دن کہیں
جیسے ہر شب فلک سے ہے ملتی زمیں

کاش مجھ سے ملے وہ یوں اک دن کہیں
جیسے سر شام ملتی ہے فلک سے زمیں

وہ مری راتوں میں نہیں آتا
اب کبھی خوابوں میں نہیں آتا

ہو گیا ہے محتاط وہ کتنا
اب مری باتوں میں نہیں آتا

آج وہ بھی حجاب میں نہیں تھے
ہم بھی نشہ شراب میں نہیں تھے

اب کہ لازم تھی یارو ہار مری
اب کہ پاؤں رکاب میں نہیں تھے

لوگوں نے وہ سکھائے درس مجھے
جو کسی
بھی

نصاب میں
نہیں تھے

دے گیا کچھ وہ ایسے زخم مجھے
جو کسی بھی حساب میں نہیں تھے

دیکھے ہیں کچھ حسین ایسے میں نے
جو کبھی میرے خواب میں نہیں تھے

راز جو اس کی آنکھوں میں تھے چھپے
وہ کسی بھی کتاب میں نہیں تھے

اب عجب کشمکش میں رہتے ہیں

پہلے تو اس عذاب میں نہیں تھے

دھڑکا سا بچھڑنے کا ہے دل میں
ختم ہو گا مرا یہ ڈر اک دن

خواب منزل کے دیکھے ہیں ہم نے
ہم بھی چھوڑیں گے یہ نگر اک دن

✦

زندگی کا بھروسہ نہیں آج کل
چین سے کوئی سوتا نہیں آج کل

مجھ کو لگتا ہے تعبیروں سے ڈر
اس لئے

خواب بوتا

نہیں

آج کل

انساں بے حس ہیں یہاں اور بے حس بستی ہے
آسماں گرتا ہے اب اور نہ زمیں پھٹتی ہے

مرد و زن دونوں ہی محفوظ نہیں ہیں اب تو
روز و شب ہی یہاں عصمت کسی کی لٹتی ہے

جس شہر میں یاں لٹ جائے آرزو کسی کی
اس شہر کے محافظ سے ہے جواب لازم

لگنے لگیں جہاں پر الزام منصفوں پر
ان منصفوں کو دینا ہو گا جواب لازم

دکھ جدا ہوتا ہے ہر کسی کا یہاں
درد لیکن ہے اک سا سبھی کا یہاں

دکھ سب کا جدا جدا ہوتا ہے
درد لیکن ایک سا ہوتا ہے

✦

My Mask – Briana M

نقاب

میری مسکراہٹ

میرے آنسو چھپا لیتی ہے
اور قہقہے میری چیخوں کو۔

کچھ سالوں سے یونہی چل رہا ہے
جو آتا ہے نظر
اصل میں ویسا کب ہے۔

یوں تو میں
خوش نظر آتی ہوں سدا
اور ہر رنج و غم سے ماورا
لیکن تم کو خبر ہے کیا؟

بہت سی باتیں ایسی ہیں
جو دل میں ہی رہ جاتی ہیں۔

کوئی ذات میری کو جانتا کب ہے۔
کوئی اندر میرے جھانکتا کب ہے۔

کاش میں خوف کی
سب دیواریں سب گرا سکتی
دل کے راز سبھی بتا سکتی۔

لیکن بس میں
آئینے کے سامنے مسکرا لیتی ہوں۔
سب دکھ ہنسی میں اڑا دیتی ہوں۔

مجھ کو معلوم ہے۔
یوں دیکھ کر مجھ کو
سب یہی کہیں گے۔
کیوں پریشاں ہو۔؟
اداس ہو کیوں؟
بہتر ہے اپنا علاج کراؤ۔

بس
اسی لئے میں نے ذات پہ اپنی
اوڑھ لیا ہے اک نقاب۔

کرتا ہے وہ کمال کی باتیں
نت نئے ہی جمال کی باتیں

یاد کرتا ہوں میں حسیں لمحے
کرتا ہے وہ ملال کی باتیں

تلخیاں ہم بھلا کے ماضی کیں
آو کرتے ہیں حال کی باتیں

درد دے کر ملال کرتے ہو
تم بھی کیا کمال کرتے ہو

جانتے ہو جواب کیا ہو گا
پھر بھی مجھ سے سوال کرتے ہو

درد دیتے ہو ان گنت مجھ کو
پیار بھی لازوال کرتے ہو

یوں کوئی غیر سے نہیں کرتا
جیسا تم میرا حال کرتے ہو

ہم سے اب ایک پل نہیں کٹتا
کیسے تم ماہ و سال کرتے ہو

✦

یوں مجھے آزماتا ہے
ملتا ہے اور بچھڑ جاتا ہے

زندگی میں یوں اجالے کر گیا
مجھ کو شعلوں کے حوالے کر گیا

تھے سفید ورق جو اب تلک
درد غم سے وہ بھی کالے کر گیا

✦

کر چکا تھا ارادہ وہ جانے کا اب
روک پائی نہ اس کو نمی آنکھ کی

مجھ کو بھی ذات میں اب اپنی تو شامل کر لے
دل کی ہر بات میں اب اپنی تو شامل کر لے

میرے ہر دن کے ہی ہر لمحے میں تو بستا ہے
مجھ کو ہر رات میں اب اپنی تو شامل کر لے

✦

تیری آنکھوں سے جب پی لیتا ہوں
لمحوں میں صدیاں میں جی لیتا ہوں

مجھ سے گستاخی ہو نہ جائے کوئی
اس لئے ہونٹوں کو سی لیتا ہوں

پر سکوں ہوں بہت   میں اپنی   دنیا میں
ڈر سا   لگتا ہے   دنیا سے تیری مجھے

خوشی دائم خوشی نہیں رہتی
زندگی

ایک

سی

نہیں

رہتی

دوست حد سے اچھا لگے تو پھر
دوستی دوستی نہیں رہتی

دیکھتا ہے وہ جب بھی چاہت سے
آنکھوں میں پھر نمی نہیں رہتی

پھول داں میں سجے گلابوں میں

پہلے سی تازگی نہیں رہتی

عشق کی زد میں آتا ہے جب حسن
اس میں پھر سادگی نہیں رہتی

جب دلوں میں پنپنے لگتا ہے شک
عشق میں چاشنی نہیں رہتی

نشہ دولت کا جن پہ چڑھتا ہے
ان میں پھر عاجزی نہیں رہتی

پی کے دیدار رب کا ہو تو پھر
مے کشی مے کشی نہیں رہتی

روح سے عاری ہوں لوگ جس شہر کے
سہما سا رہتا ہے ہر مکیں ہی وہاں

روندے جاتے ہیں جذبات پاؤں تلے
جسموں کے ہوں بیوپاری سب ہی جہاں

تیری یادوں کا اب کیا کروں
ٹوٹے خوابوں کا اب کیا کروں

جو تو نے دیئے تھے مجھ کو
ایسے تحفوں کا اب کیا کروں

دل ہی دل میں کئے تھے جو
ان ارادوں کا اب کیا کروں

جن کی تکمیل ممکن نہیں
ایسے وعدوں کا اب کیا کروں

بیٹھی ہیں بھار چھت سے جو

ایسی

بنیادوں

کا

اب

کیا

کروں

✦

آنکھ میں ایسا خواب رکھتا ہوں

اس کو میں بے نقاب رکھتا ہوں

روز ہی ان حسین زلفوں میں

ایک تازہ گلاب رکھتا ہوں

تیری قربت میں جو گزرتی ہے
ہر گھڑی کا حساب رکھتا ہوں

تم لکھنا نیا ضرور لکھنا
بس تیرگی کو نہ نور لکھنا

دیوانہ مجھے کہہ لینا چاہے
جذبات کو مت فتور لکھنا

ہیں حسن کا روپ یہ ادائیں
ان کو نہ کبھی غرور لکھنا

ہر جھاڑی سے بولتا نہیں رب
ہر کوہ کو ہی نہ طور لکھنا

گر یاد کبھی میں آؤں تمہیں
کچھ لفظ مجھے ضرور لکھنا

تیرے حصار سے نکلوں تو کسی کو دیکھوں
میں اس خمار سے نکلوں تو کسی کو دیکھوں

تیرے خیال نے گھیرا ہے مجھے مسلسل
میں اس دیار سے نکلوں تو کسی کو دیکھوں

جسم و جاں پر مرے جو تو نے جما رکھا ہے
اس اختیار سے نکلوں تو کسی کو دیکھوں

تیری طلب میں اب تک جس پر بھٹک رہا ہوں
اس رہگزار سے نکلوں تو کسی کو دیکھوں

وعدوں پہ تیرے میں جو کرتا رہا ہوں اب تک
اس اعتبار سے نکلوں تو کسی کو دیکھوں

✦

اس عشق پہ جب جوانی آئی
تو شعر میں کچھ روانی آئی

بس ایک میں اور تم تھے جس میں
وہ یاد مجھے کہانی آئی

جب یاد تری ملی مجھے
آنکھوں میں لے کر یہ پانی آئی

آنکھیں

آنکھوں کی بھی عجب کہانی ہے
کچھ تو بنجر ہیں تپتے صحرا سی
اور کچھ میں
ساون بھادوں سی روانی ہے۔

سہمے سے رہتے ہیں سب مکیں ہی وہاں
روح سے عاری ہوں لوگ جس شہر کے

بِکتے ہیں جِسم معصوموں کے ہر گھڑی

سب بیوپاری ہوں لوگ جس شہر کے

مجھ سے بچھڑ کر وہ کس کا ہوا سوچا نہیں

ساتھ وہ کس کے گیا میں نے یہ دیکھا نہیں

وہ اب جانے کا ارادہ کر چکا تھا

اب دلیلوں کا کوئی فائدہ نہیں تھا

اس کے دل میں گھر کر لیا میں نے
مرحلہ یہ بھی سر کر لیا میں نے

مل گئے ہوں گے ان کو نئے ہم سفر

ہم ابھی تک انہیں پر ہی بس مرتے ہیں

تیر لفظوں کے دل پر سدا لگتے ہیں
گھاؤ آسانی سے یہ کہاں بھرتے ہیں

ہے عجب ہی روش شہر کے لوگوں کی
تیرگی سے نہیں لو سے یہ ڈرتے ہیں

اس کی خاطر میں بدل بھی سکتا تھا
اس کے میں سانچے میں ڈھل بھی سکتا تھا

مان لیتا گر وہ مجھ کو ہم سفر
ساتھ میں پھر اس کے چل بھی سکتا تھا

اپنی ضد گر چھوڑ دیتے ہم تو پھر

راستہ کوئی نکل بھی سکتا تھا

دیتا گر وہ ساتھ کچھ دیر اور تو
وقت مشکل سارا ٹل بھی سکتا تھا

سوچ کر یہ تھی بجھا دی آگ اس نے
خود کبھی وہ اس میں جل بھی سکتا تھا

ہوتی جو گرمی ذرا جذبات میں
تو وہ
پتھر

دل پگھ
ل بھی
سکتا تھا

اب باتوں سے جو بات نکلی
وہ تو میری ہی ذات نکلی

باتوں باتوں میں دن ڈھلا تھا
آنکھوں آنکھوں میں رات نکلی

میں جس کو ذرہ سمجھ رہا تھا
وہ پوری کائنات نکلی

غم کو تھا یاں دوام لیکن
ہر خوشی پر بے ثبات نکلی

میں نے منزل جانا جسے
راہزنوں کی وہ گھات نکلی

آ وفاؤں کی بات کرتے ہیں
دلرباؤں کی بات کرتے ہیں

جس سے بچپن ہے اپنا وابستہ
اسی گاؤں کی بات کرتے ہیں

ہوتی ہے جن کے قدموں میں جنت
ایسی ماؤں کی بات کرتے ہیں

جو زمیں کے ہیں اور نہ آسماں کے
ان خداؤں کی بات کرتے ہیں

جو کبھی رائیگاں نہیں جاتیں
ان دعاؤں کی بات کرتے ہیں

ڈھانپتی ہیں سدا جو ننگے سر
ان رداؤں کی بات کرتے ہیں

پھر جلا کر چراغ تیرگی میں
پھر ہواؤں کی بات کرتے ہیں

چھوڑو اب تذکرہ یہ غیروں کا
آشناؤں کی بات کرتے ہیں

دھوپ چھاؤں کا ذکر چھوڑو اب
اب گھٹاؤں کی بات کرتے ہیں

کر کے خود تار تار پیراہن
اب رداؤں کی بات کرتے ہیں

سب ہی خوابوں کی یاں تعبیر کہاں ہوتی ہے
سب پہ ہی مہرباں تقدیر کہاں ہوتی ہے

لوگ قیدی ہیں یہاں سوچ کے بس اپنی ہی
سب کے پاؤں میں ہی زنجیر کہاں ہوتی ہے

ہاتھ اس میں کسی دیوانے کا ہو سکتا ہے
ورنہ یوں حسن کی تشہیر کہاں ہوتی ہے

ایک ہو جاتے ہیں خون اور پسینہ اکثر
زندگی بس یوں ہی تعمیر کہاں ہوتی ہے

ڈرتے ہیں دنیا میں رسوائیوں سے جو دائم
ان کی قسمت میں نظر میر کہاں ہوتی ہے

جب کوئی جستجو نہیں رہتی
جینے کی آرزو نہیں رہتی

لوگ پاؤں میں روند دیتے ہیں
گل میں جب رنگ وبو نہیں رہتی

مر گیا ہو ضمیر ہی جن کا
ان میں کچھ آبرو نہیں رہتی

جب دلوں میں دراڑ پڑ جائے
پہلے سی گفتگو نہیں رہتی

موت رہتی ہے قرب میں میرے
زندگی چار سو نہیں رہتی

ہر طرف ہی ہیں الجھنیں سی اب
ہیں بے ترتیب دھڑکنیں بھی اب

چارسو ہی ہے قحط خوشیوں کا
روٹھی شائد ہیں برکتیں بھی اب

پہلے سی چاہتیں نہیں ہیں یاں
مٹ گئیں ہیں وہ سنگتیں بھی اب

ہل گئی ہے زمیں کی دھڑکن بھی
اتری ہیں ایسی آفتیں سی اب

کرتی تھیں بے قرار دل کو جو
چھوڑ
دی
ہیں
وہ
رغبتیں

ہی

اب

غم کی دولت بہا یاں وصل سے ملتی کب ہے
آگہی عشق کی بس عقل سے ملتی کب ہے

نقل تو نقل ہے یہ اصل سے ملتی کب ہے
شکل بے نسلوں کی یاں نسل سے ملتی کب ہے

کتنے دھندلا گئے ہیں میرے یہ خال وخد اب
"میری تصویر مری شکل سے ملتی کب ہے"

ڈالتی ہے جاں تخیل میں کسک فرقت کی
دلکشی شعروں کو وصل سے ملتی کب ہے

مانا انسان ہے

پر تو

خدا اس دنیا میں

فطرتِ انساں یہاں پر اصل سے ملتی کب ہے

بیج بونے ہوں گے سکھ کے بھی تو قصداً تم کو

ہر خوشی خواہشوں کی فصل سے ملتی کب ہے

خواب میں ایک خواب دیکھا ہے

اس کو پھر بے حساب دیکھا ہے

جو جہاں میں تھا لاجواب اب تک
میں نے اس کا جواب دیکھا ہے

آسماں کچھ خفا سا لگتا ہے
جو زمیں نے عذاب دیکھا ہے

بن گئے تھے خدا زمیں پر جو
ان کو خانہ خراب دیکھا ہے

کس نے چھینا ہے اب سکوں سب کا
میں نے سب کو بے تاب دیکھا ہے

ہر شے میں اک عجب چمک سی ہے
چار سو ہی سراب دیکھا ہے

رخ نہیں دیکھا کسی نے جس کا
اس کو بھی بے نقاب دیکھا ہے

روٹھے خوابوں سے دوستی کر لی
میں نے یوں آساں زندگی کر لی

اس کی آنکھوں میں تھی چمک اتنی
ماند دیئوں نے روشنی کر لی

کر کے روشن دیئے امیدوں کے
میں نے کچھ یاس میں کمی کر لی

وہ جنہیں روشنی سے تھی نفرت
انہوں نے رات خود کشی کر لی

جو بھی ملا خلوص سے مجھ کو
میں نے اس سے ہی دوستی کر لی

پی کے میں نے اشک کچھ آنکھوں سے
دل کی کچھ دور تشنگی کر لی

باتوں میں بات کہاں تک پہنچی
دل سے ہو کر مری جاں تک پہنچی

میں نے کانوں میں کہی تھی جو بس
بات وہ سارے جہاں تک پہنچی

مر گئی وہ اسی پل صدمے سے
بیٹے کی لاش یوں ماں تک پہنچی

سر پکڑ لئے فرشتوں نے اپنے
جب خبر کار ہائے زمیں کی آسماں تک پہنچی

مر گئی صدمے سے اسی پل وہ بھی
جب خبر موت کی اس کی ماں تک پہنچی

جب بھی تنہا ہوتا ہوں
سر بہ سجدہ ہوتا ہوں

بانجھ ہو نہ جائیں آنکھیں
روز سپنا بوتا ہوں

بس خدا کے آگے میں
دست بستہ ہوتا ہوں

کب میں اس کی قربت میں
دل شکستہ ہوتا ہوں

سب سے بڑھ کے ناقد میں
آپ اپنا ہوتا ہوں

زندگی کے معانی لکھ جاتا
کوئی غم کو بھی فانی لکھ جاتا

میں بھی دنیا میں سرخرو ہوتا
خون کو گر میں پانی لکھ جاتا

آج ہوتا امر جہاں میں میں
گر میں بات آسمانی لکھ جاتا

وقت رخصت وہ چپکے سے اکثر
میری آنکھوں میں پانی لکھ جاتا

تشنگی صحرا کی بھی مٹ جاتی
ریت پر گر وہ پانی لکھ جاتا

جس کے کردار امر ہوتے سب
کوئی ایسی کہانی لکھ جاتا

نیند کو گلے سے لگا رکھنا
خواب کچھ آنکھوں میں بسا رکھنا

راز یہ آپ سے ہی سیکھا ہے
کیسے دکھ سارا ہی چھپا رکھنا

ملنا سب سے تپاک سے تیرا
سب کو گرویدہ پھر بنا رکھنا

خواب میں آنا تیرا اور میرا
رات بھر باتوں میں لگا رکھنا

لوٹ آئے تو سوچ کر بس یہ
شام سے ہی یہ در کھلا رکھنا

خواب زندہ ہیں آنکھوں میں جب تک مری
دل میں زندہ رہے گی تری آرزو

کوئی خواہش نہیں زندگی میں مری
ایک نقطے پہ ہے تھم گئی جستجو

رسوا کرتا ہے یا سرخرو اب مجھے
اس کے ہاتھوں میں ہے اب مری آبرو

جب سے شامل مری زندگی میں ہے تو
ایک ہی نقطے پر ہے رکی جستجو

جب سے شامل ہوا ہے اس جیون میں تو
ایک ہی نقطے پہ ٹھہری ہے میری جستجو

آج کل دل اداس رہتا ہے
نالاں سا غم شناس رہتا ہے

لمس اس کا نہیں میسر اب
گرچہ وہ آس پاس رہتا ہے

جو سدا محو یاس رہتا ہے
وہ مسلسل اداس رہتا ہے

جن کی نیت خراب ہو ان کا
آدھا خالی گلاس رہتا ہے

ڈس لیا جس کو اس کے اپنوں نے
وہ عمر بھر حساس رہتا ہے

پھول کاغذ کا چاہے ہو دلکش
پھر بھی لیکن بے باس رہتا ہے

رہتے ہیں شاد وہ ہمیشہ ہی
جن کا دل پرسپاس رہتا ہے

زندگی میں وہ راحت نہیں ان دنوں
پہلے والی وہ چاہت نہیں ان دنوں

دھیرے دھیرے ہو جاؤں گا میں گم کہیں
ان کو میری ضرورت نہیں ان دنوں

زور بازو کا مجھ کو بھروسہ نہیں
پہلے سی مجھ میں طاقت نہیں ان دنوں

اس شہر کی قسمت میں سویرا کبھی ہو گا
ظلمت کا یہاں پھر نہ یہ ڈیرا کبھی ہو گا

اٹھتا ہے جو بھی ہاتھ گریبانوں پہ یاں آج
لازم ہے کہ اک روز وہ ٹوٹا کبھی ہو گا

جس راہ سے ڈرتے ہیں سبھی لوگ یہاں کے
تم دیکھنا اک دن وہاں رستہ کبھی ہو گا

آئے گا یہاں ایک نیا دور سکوں کا
آرام سے جب ہر کوئی سویا کبھی ہو گا

کچھ یوں کھلیں گے پھول محبت کے یہاں بھی
کانٹوں کے لئے پھر نہ ٹھکانا کبھی ہو گا

جو کسی کا بھی یاں نہیں بن پایا ہے اب تک
دعویٰ ہے کہ اک دن وہ بھی میرا کبھی ہو گا

کبھی روشن تھا مدھم ہو گیا ہوں
میں اب خود ہی میں مدغم ہو گیا ہوں

بہت ہی خاص تھا اس کے لئے میں
مگر افسوس اب کم ہو گیا ہوں

ہر اک ہی موڑ پر دیتی ہے دھوکا
میں اب قسمت سے برہم ہو گیا ہوں

سکھوں کی آرزو میں چھوڑا تھا گھر
دکھوں کے بیچ میں گم ہو گیا ہوں

میں تر ہوں اشکوں میں کچھ اس طرح سے
کہ اب تو روح تک نم ہو گیا ہوں

میں بھی کتنا بدل گیا ہوں
گرتے گرتے سنبھل گیا ہوں

اتنا نازک کبھی نہ تھا میں
پھر کیوں اتنا پگھل گیا ہوں

جس کو مجھ سے رہی رقابت
اس کے سانچے میں ڈھل گیا ہوں

اپنی ہی ذات میں تھا گم میں
باہر خود سے نکل گیا ہوں

سچ میں اس کو پسند ہیں گل
لے کر میں کچھ کنول گیا ہوں

✦

خواب میں ایک خواب دیکھا ہے
اس کو پھر بےحساب دیکھا ہے

جو جہاں میں تھا لاجواب اب تک
میں نے اس کا جواب دیکھا ہے

آسماں کچھ خفا سا لگتا ہے
جو زمیں نے عذاب دیکھا ہے

بن گئے تھے خدا زمیں پر جو
ان کو خانہ خراب دیکھا ہے

کس نے چھینا ہے اب سکوں سب کا
میں نے سب کو بے تاب دیکھا ہے

ہر شے میں اک عجب چمک سی ہے
چار سو ہی سراب دیکھا ہے

رخ نہیں دیکھا کسی نے جس کا
اس کو بھی بے نقاب دیکھا ہے

الجھا تھا جس سوال میں اب تک
آج

اس

کا

جواب

دیکھا

ہے

یہ ماہ و سال بھی بدلتے دیکھے ہیں
یہاں خیال بھی بدلتے دیکھے ہیں

عروج اور زوال کا یہ کھیل ہے
کہ پل میں حال بھی بدلتے دیکھے ہیں

کاش ایسا کوئی ملا ہوتا
جو مرے غم سے آشنا ہوتا

میرے کاندھے پہ رکھ کے سر اپنا
اس نے کچھ حوصلہ دیا ہوتا

کون جانے کہ میں کہاں ہوتا
مجھ کو تو نہ گر ملا ہوتا

لے گیا ہے جو نیند راتوں کی
کاش آنکھیں بھی لے گیا ہوتا

اس نے کچھ تو کبھی کہا ہوتا
مان لیتا جو فیصلہ ہوتا

ہاتھ اٹھاتا دعا میں جو تو گر
پھر
یہ
لازم

ہے معج
زہ
ہوتا

کتنے ٹکڑوں میں بٹ گیا ہوں میں
جب سے اپنوں سے کٹ گیا ہوں میں

گرچہ خطرہ ہے جاں کا اس میں
پھر بھی سچ پر ہی ڈٹ گیا ہوں میں

اس کو اب بوجھ لگ رہا تھا میں
اس لئے پیچھے ہٹ گیا ہوں میں

خوف تنہائی میں عموماً ہی
غم سے تیرے لپٹ گیا ہوں میں

ہر کوئی ہی بے تاب لگتا ہے
کار ہستی خراب لگتا ہے

آنکھ میں اس قدر ہے پانی اب
دل مرا زیر آب لگتا ہے

کھائے ہوں جس نے دھوکے ہر پل ہی
اس کو دریا سراب لگتا ہے

بن ترے جو گزرتا ہے میرا
مجھ کو وہ پل عذاب لگتا ہے

تیری قربت میں بیتا ہر لمحہ
ایک دلکش سا خواب لگتا ہے

اک بے کلی سی ہے ہواؤں میں
آئے گا انقلاب لگتا ہے

میں نے کی ہیں جو نیکیاں اب تک
سکوں ان کا ثواب لگتا ہے

کیسی چلی ہے یہ ہوا ہر سو
اب زمانہ خراب لگتا ہے

کیوں پرندوں کے پر کاٹ دیتے ہیں یاں
ضد میں اپنے ہی گھر کاٹ دیتے ہیں یاں

پہلے کرتے ہیں شکوے پھر یہ کڑی دھوپ کے
خود ہی شجر کاٹ لیتے ہیں یاں

دل میں پھر ان کے رہتا نہیں ڈر کوئی
جو یہ دیوار و در کاٹ دیتے ہیں یاں

کچھ اناؤں کی آسودگی کے لئے
کتنے معصوم سر کاٹ دیتے ہیں یاں

آو سب مل کے کرتے ہیں اب کچھ نیا
آؤ سب مل کے شر کاٹ دیتے ہیں یاں

تھوڑا سا قرار چاہتا ہوں
خود سے ہی فرار چاہتا ہوں

میری یہ پیاس جو بجھا دیں
وہ گھونٹ دو چار چاہتا ہوں

جس پر نہ خزاں کبھی بھی آئے
اب میں وہ بہار چاہتا ہوں

کس طرح یقیں دلاؤں اس کو
جس کو بے شمار چاہتا ہوں

جانے ہے کیا طلسم اس میں
میں کیوں اسے یار چاہتا ہوں

رکھتی ہے یہ دنیا جن کو یاد
ان ہی میں شمار چاہتا ہوں

مانا ہوں مہماں کچھ دنوں کا
کچھ سانسیں ادھار چاہتا ہوں

جس پر کبھی خزاں نہ آئے
ایسی میں کوئی بہار چاہتا ہوں

سب پہ دہشت ہے موت کی چھائی
آج پھر زندگی تماشائی

ذات تیری سمجھ سے ہے باہر
ماورا مجھ سے تیری دانائی

جو نہیں سمجھا میری خاموشی
سمجھے گا کیا وہ میری گویائی

صاف گوئی صفت سہی لیکن
جان لے گی یہ تیری سچائی

ہاتھ ہیں آسماں کی جانب سب
جب سے دھرتی نے ہے لی انگڑائی

روز گزرتا ہے اذیت سے جسم میرا
روز روح پر اک چوٹ لگتی ہے

اگر حالات اپنے کچھ بدلنا چاہتے ہو تم
بدلنا ہو گا بوسیدہ خیالوں کو تمہیں یکسر

اگر قسمت بدلنے کی ہے خواہش دلوں میں تو
بدلنا ہو گا بوسیدہ خیالوں کو تمہیں یکسر

کیسی اپنی نگری ہے
ہر سو افراتفری ہے

تو کیا جانے تیرے بن
زندگی کیسے گزری ہے

بے ترتیبی ہے ہر طرف
ہر شے بکھری بکھری ہے

ہر کوئی غم کا مارا ہے
ہر سو نفسا نفسی ہے

جل رہا ہے تن بدن
کہنے کو کتنی سردی ہے

زندگی میں جو بے اصول ہوئے
راستوں کی سدا وہ دھول ہوئے

کیسے چادر میں اب یہ سمٹیں گے
جن کے پاؤں ہی اتنے طول ہوئے

نیند بھی چبھتی ہے اب آنکھوں میں
خواب آنکھوں میں جیسے شول ہوئے

کانٹوں کی تب سے ہی ہیں ہوش اڑے
جب سے دشمن چمن کے پھول ہوئے

دنیا کی اب کوئی خبر نہیں ہے
جب سے ہم عشق میں بے مول ہوئے

زندگی شاداب ہو بھی سکتی تھی
ایک دلکش خواب ہو بھی سکتی تھی

کچھ سلیقے سے تراشا ہوتا گر
مورتی نایاب ہو بھی سکتی تھی

اپنے ہاتھوں میں بھی جگنو ہوتے گر
تیرگی کمیاب ہو بھی سکتی تھی

جاری رہتا گرنا اشکوں کا اگر
روح تک سیراب ہو بھی سکتی تھی

دیتا جو دستک کوئی دل پر مرے
زندگی بے تاب ہو بھی سکتی تھی

کر لیتے ہیں خوشی اپنی بے لباس خود ہی
ہم زندگی سے کر لیتے ہیں اداس خود ہی

لے آتے ہیں خوشی پر اپنی خراش خود ہی
ہم زندگی سے کر لیتے ہیں اداس خود ہی

گھر کرلیں جب کسی کے دل میں شکوک تو پھر
یکدم ہو جاتے ہیں سارے ارماں ناس خود ہی

جتنی شدت سے اس کو چاہا تھا میں نے
اتنی شدت سے اس نے توڑا ہے مجھے

شائد کوئی نہیں ستانے کو رہا
اس نے کچھ سوچ کر ہی جوڑا ہے مجھے

زندگی ہنسنا اور رونا ہی تو ہے
وقت کے ہاتھوں میں کھلونا ہی تو ہے

تھک کے اک دن ہم سب کو ہی جہاں میں
موت کی گودی میں ہی سونا بھی تو ہے

زندگی کا بھروسہ ہی کیا ہے
جب بھی چاہے خفا ہو جاتی ہے

ایک ہچکی میں دیکھا ہے اکثر
روح تن سے جدا ہو جاتی ہے

رشتوں کا بھرم کھول دیتا ہے
وقت پول سب کھول دیتا ہے

سب ہی اعلیٰ و ادنیٰ کو یہ تو
اک ترازو میں تول دیتا ہے

کس کو کرے گا یہ مالا مال
اب یہ
کس
کو کشکول
دیتا ہے

انساں خود سے ہی دور کیوں ہے
غم سے اس قدر چور کیوں ہے

گر خالی ہاتھ لوٹنا ہے
تو دولت پر غرور کیوں ہے

وہ بھی تو تھا شریک سازش
تو پھر وہ بے قصور کیوں ہے

خود ہی کیا تھا ترک تعلق
تو دل میں اب فتور کیوں ہے

گر دل ہے گھر خدا کا تو پھر
اینٹوں کا مکاں ضرور کیوں ہے

اک دن ہو گا سامنا خدا کا

پھر ذات سے اس کی دور کیوں ہے

حال بدلیں گے میری بھول ہے
اس نے آنکھوں میں جھونکی دھول ہے

ایک خواب دلکش دکھا کے بس
نیند میری تک کی وصول ہے

خستہ حال ہی سہی لوٹا دو ہمیں
زندگی ہم کو وہی قبول ہے

زندگی پہلے سی نہیں ہے اب
اس میں وہ تازگی نہیں ہے اب

ہاتھ ملانے سے گریزاں ہیں سب
پہلے سی
دوستی

نہیں

ہے

اب

زندگی یوں گزار دیتے ہیں
اجڑے گلشن سنوار دیتے ہیں

پہلی فرصت میں ہی عموماً ہم

قرض سارے اتار دیتے ہیں

ملتا ہے جب تپاک سے کوئی
تن بدن اس پہ وار دیتے ہیں

✦

دھوپ چھاؤں کا کیا بھروسہ ہے
ان گھٹاؤں کا کیا بھروسہ ہے

جانے کس کس کو کر دیں گی پاگل
ان بلاؤں کا کیا بھروسہ ہے

چھوڑ جائیں جو بچے کچرے میں
ایسی ماؤں کا کیا بھروسہ ہے

جانے کب گل کریں چراغوں کو
ان ہواؤں کا کیا بھروسہ ہے

کب خفا یہ ہو جائیں گے ہم سے
ان خداؤں کا کیا بھروسہ ہے

آج میرے ہیں غیر کے ہیں کل
بے وفاؤں کا کیا بھروسہ ہے

چھوڑ دیں کب ہمیں یہ بھنور میں
نا خداؤں کا کیا بھروسہ ہے

جو برستی نہیں گرجتی ہیں بس

ان گھٹاؤں کا کیا بھروسہ ہے

اپنے ہی بوجھ سے جو گر جائیں
ان سہاروں کا کیا بھروسہ ہے

جانے کب شہروں کو چلے جائیں
اہل گاؤں کا کیا بھروسہ ہے

چند سکوں میں بیچ دیتے ہیں
ہم نواؤں کا کیا بھروسہ ہے

اس کو اک دن چڑھا دیں گے سولی
راہنماؤں کا کیا بھروسہ ہے

سر نگوں رکھنا یہ دعا میں تم

ان دواؤں کا کیا بھروسہ ہے

کچھ ضرورت دوا کی ہوتی ہے
ان دعاؤں کا کیا بھروسہ تھا

ہم نے یہ بھی کمال دیکھا ہے
اہل زر خستہ حال دیکھا ہے

میری حالت پہ ہنستے تھے یاں جو
آج ان کو بے حال دیکھا ہے

وقت کے رحم و کرم پہ تھی حیات
ہم نے ایسا بھی سال دیکھا ہے

کائنات کو جب دیکھا قریب سے

ذرے ذرے میں ہی جمال دیکھا ہے

پست حالوں کی دیکھیں سرفرازیاں
سرخروہوں کا بھی زوال دیکھا ہے

ان سے گفتگو کی حسرت ہی رہی
وقت ملاقات لفظوں کا کال دیکھا ہے

زور طوفاں میں اب اس قدر تھا کہاں
اب چراغوں میں ہی کوئی بھی دم نہ تھا

زندگی خواہشوں کی نذر ہو گئی
جو بچی چاہتوں کی نذر ہو گئی

منزل پر پہنچنے کی خواہش تھی جو
وہ بھی اب راستوں کی نذر ہو گئی

بچ گئی تھی جو طغیانیوں سے ہنوز
ناؤ وہ ساحلوں کی نذر ہو گئی

جھونپڑی جو بنائی تھی مشکل سے اب

وہ بھی اب بارشوں کی نذر ہو گئی

جس ملاقات کے منتظر تھے وہی
آج وہ فاصلوں کی نذر ہو گئی

راز ہستی تھے جس میں مقید سبھی
وہ گھڑی راحتوں کی نذر ہو گئی

زندگی اک سراب لگتی ہے
اک انوکھی کتاب لگتی ہے

ہے بدلتی یہ بھیس کتنے ہی
مجھ کو خانہ خراب لگتی ہے

یہ خوشی جو مجھے ملی ہے اب
بس دعا کا جواب لگتی ہے

جو بھی گزری ہے وصل میں تیرے

وہ گھڑی لاجواب لگتی ہے

اس وبا کی گرفت دنیا میں
اب خدا کا عتاب لگتی ہے

لہجہ جلترنگ ہے اس کا
گفتگو بھی رباب لگتی ہے

کاٹ کر خود شجر وہ گاؤں کے
شکوے کرتے ہیں اب وہ چھاؤں کے

وقت نے زیر کیا ہے ان کو بھی
کھڑے تھے بل پہ جو اناؤں کے

ہم کیا قصہ راہ بتائیں
دیکھ لو خود یہ چھالے پاؤں کے

بھینٹ جو چڑھ گئے ہیں نفرت کی

وہ بھی بیٹے تھے اپنی ماؤں کے

آج شامل ہیں بے وفاؤں میں
دیتے تھے درس جو وفاؤں کے

فلک سے زمیں پر اتارے ہوئے ہیں
یہاں سب ہی تو غم کے مارے ہوئے ہیں

بہت زعم دولت کا اپنی تھا جن کو
وہ بھی آج قسمت کے مارے ہوئے ہیں

وہ جن کے بھروسے پہ نکلے تھے گھر سے

وہی اجنبی اب سہارے ہوئے ہیں

نجانے کہ اب کیا ارادے ہیں ان کے
وہ اک بار پھر سے ہمارے ہوئے ہیں

غم جدائی کا کبھی کم نہیں ہوتا
وقت ہر زخم کا مرہم نہیں ہوتا

کر دیئے دیپ ہواؤں کے حوالے
ان کے بجھنے کا کبھی غم نہیں ہوتا

کچھ تو اس کے بچھڑنے کی وجہ ہو گی
یوں کوئی کسی سے برہم نہیں ہوتا

ہوتا ہے نشہ کہاں سب ہی آنکھ میں
ہر ایک جام تو جام جم نہیں ہوتا

ہوتا ہے جن پہ خدا کا سایا جہاں میں
زندگی میں سر ان کا کبھی خم نہیں ہوتا

یہ حقیقت ہے کہ بچھڑنا نہیں ہوتا آساں
ہر کسی سے بچھڑنے کا لیکن غم نہیں ہوتا

کیسی اپنی یہ زندگی ہے اب
ہر طرف ہی تو بے بسی ہے اب

تو کیا جانے تیرے بن میری
زندگی کیسے یہ گزرتی ہے اب

ہر طرف ہی ہے اب بے ترتیبی
ہر شے ہی بکھری ہے اب

سب ہی دنیا میں غم کے مارے ہیں
چار سو ہی تو نفسا نفسی ہے اب

جھلس رہا ہے تن بدن میرا
کہنے کو باہر بہت سردی ہے اب

انساں کی تقدیر کب دیکھی جائے ہے اب کہ مجھ سے
اتنی یہ تحقیر کب دیکھی جائے ہے اب کہ مجھ سے

میرے خدوخال اب تو اتنے بدل سے گئے ہیں
یہ اپنی تصویر کب دیکھی جائے ہے اب کہ مجھ سے

زندگی مجھ کو خواب لگتی ہے
ہر شے ہی اک سراب لگتی ہے

ہر ملاقات تجھ سے میری تو
التجاؤں کا ہی جواب لگتی ہے

ہجر میں تیرے جو گزاری ہے
وہ گھڑی بھی عذاب لگتی ہے

نازکی اس کے ہونٹوں کی مجھ کو
کوئی کھلتا ہوا گلاب لگتی ہے

آسماں کچھ یوں برسا ہے زمیں پر

شہر سارا ہی اب ہے سہما ہوا

آج بھی تو جدا ہاتھ سے کاسہ نہ ہوا
اج بھی فاقہ کشی سی افاقہ نہ ہوا

آج پھر لوٹا ہوں خالی ہی دامن لئے میں
آج پھر کسی کا منظور نگاہ نہ ہوا

آج پھر مانگیں گے بچے نئے کپڑے مجھ سے
آج پھر مجھ سے وفا اپنا وعدہ نہ ہوا

پھر گھر سے وہ نکلا ہے نئی آس لئے
جذبوں کے
پھر نئے
قرطاس لئے

خواب آنکھوں میں اجلے کل کے خواب لئے

پھر وہ نکلا تن پہ پرانا لباس لئے

دن یہ مناؤں تو پھر میں کھاؤں گا کیا
بچوں کے واسطے لے کے جاؤں گا کیا

جب لپٹ کر گلے سے وہ مانگیں گے کچھ

کھول کر بند مٹھی دکھاؤں گا کیا

جو باقی ہے یوں گذار لوں گا
میں خود کو تھوڑا سدھار لوں گا

میں سہ لوں گا زخم جاں پہ اپنی
میں تجھ کو لیکن قرار دوں گا

نہ تھا ترے وہم و گماں میں جو

تجھے مری جاں وہ پیار دوں گا

ہیں جو مرے دل و جاں پہ تیرے
میں قرض سارے اتار دوں گا

کبھی چھو پائے نہ تجھ کو پت جھڑ
میں تجھ کو ایسی بہار دوں گا

یہ محبت تو محبت ہوتی ہے
کب یہ کم یا کب زیادہ ہوتی ہے

دل اچانک کسی پر آ جاتا ہے
جب بھی ہو یہ بے ارادہ ہوتی ہے

ان آنکھوں میں بس گیا ہے کوئی
اب نیندوں کو ڈس گیا ہے کوئی

کر کے عطا رتجگے وہ مجھ کو
اب اور کہیں بس گیا ہے کوئی

زندگی میری سنجیدہ وہ کر گیا
مجھ کو بھی قدرے رنجیدہ وہ کر گیا

خواب میں ملنے کا کہہ کے وہ آج شب
میرے شب و روز خوابیدہ وہ کر گیا

اک عجب سحر تھا اس کی تو ذات میں
اک نظر میں ہی گرویدہ وہ کر گیا

اپنی ہی اب سمجھ سے بھی باہر ہوں میں
مجھ کو کتنا ہے پیچیدہ وہ کر گیا

بچھڑا وہ اس طرح سے کہ میں کیا کہوں
زندگی میری لرزیدہ وہ کر گیا

جب سے دشمن مرا آسماں ہو گیا
بارشوں کی نظر پھر مکاں ہو گیا

چلنے کی جب سکت تن میں کچھ کم ہوئی
چھوڑ کر تب رواں کارواں ہو گیا

جو ہمیشہ ہی مجھ سے گریزاں رہا
اب اچانک وہ بھی مہرباں ہو گیا

آنکھوں سے اس نے ایسے پلائی کہ اب
آج مدہوش سارا جہاں ہو گیا

ہر طرف اک حسیں سا سماں ہو گیا

گر برابری کا شوق ہے تو ظرف پیدا کر
ایڑیاں اٹھانے سے قد بڑا نہیں ہوتا

میں رکاوٹیں سب راہ کی ہٹا بھی سکتا تھا
روبرو جو میرے گر وہ کھڑا نہیں ہوتا

دن مرے ہیں نہ راتیں میری ہیں
میرے ہونٹوں پہ باتیں تیری ہیں

سینے میں میرے جو دھڑکتا ہے دل
اس میں ساری ہی سانسیں تیری ہیں

خواب آنکھوں میں چبھنے لگے ہیں مری
اس لئے رات بھر

اب نہیں سوتا
میں

ڈرتا ہوں اب محبت کی میں چالوں سے
اس لئے اب کسی کا نہیں ہوتا میں

یادوں میں تیری کچھ یوں الجھتا چلا گیا
بس غم کے دریا میں میں تو بہتا چلا گیا

ہر راہ میں ملے مجھے اتنے فریب تھے
قسمت پہ اپنی بس میں تو ہنستا چلا گیا

جاہ و جلال سے دیئے کو تھی غرض کہاں
جلنا تھا اس کا کام وہ جلتا چلا گیا

باتوں میں بات کہاں تک پہنچی
دل سے ہو کر مری جاں تک پہنچی

میں نے کانوں میں کہی تھی جو بس

بات وہ کیسے جہاں تک پہنچی

جب سے اپنوں سے کٹ گیا ہوں میں
خود میں ہی بس سمٹ گیا ہوں میں

عکس میرا ملے گا ہر سو اب
اتنے ٹکڑوں میں بٹ گیا ہوں میں

خامشی جب مجھے لگی ڈسنے
تیرے غم سے لپٹ گیا ہوں میں

اس سے پہلے کہ وہ کچل دیتا
خود ہی رستے سے ہٹ گیا ہوں میں

وہ جو انمول کہتی تھی مجھ کو
اس نظر میں ہی گھٹ گیا ہوں میں

میں نے سیکھا ہے تجربات کے بعد
ہوتی ہے سحر پھر سے رات کے بعد

یاں نہیں تو ملیں گے اس جہاں میں

ملتا ہے وہ جو اس حیات کے بعد

ہم ڈھونڈتے رہے انساں کوئی اپنے جیسا
ملا جو بھی گماں تھا اس کو فرشتے جیسا

کچھ کھونے کا ہی رہتا ہے خوف زندگی بھر
ہم کو نصیب ملا خستہ سے بستے جیسا

کچھ کھونے کا رہا ڈر مجھ کو تو زندگی بھر
مجھ کو نصیب ملا اک ٹوٹے بستے جیا

ہر موڑ پر ہی برپا ہے اک نئی قیامت
جیون بھی ہے یہ تیرے ہی گھر کے رستے جیا

پیروی سقراط کی آساں نہیں
زہر لازم ہے دوام کے لئے

زندگی درد کے سوا کیا ہے
اس نے اب تک ہمیں دیا کیا ہے

دل تھا آخر یہ آ گیا کسی پر
جرم اس میں بتا مرا کیا ہے

کسی پر مرنے کا ارادہ ہے اب
بتا اس بھول کی سزا کیا ہے

میں نے بولا تھا اور کچھ اس سے

اس نے لیکن سمجھ لیا کیا ہے

ہر کوئی ہی بدل سا جاتا ہے
شہر میں جانے ماجرا کیا ہے

وقت سب راز کھول دیتا ہے
سچ ہمیشہ ہی بول دیتا ہے

سب ہی اعلیٰ و ادنی کو اکثر
اک ترازو میں تول دیتا ہے

اک بچے نے کھولا ہے
رازِ زندگی مجھ پر

ہر گھڑی ہی ہنستی ہے
میری سادگی مجھ پر

موت جب بنی ہمدم
گرجی زندگی مجھ پر

تھامی تھی جو ڈالی اب

ہے وہی گری مجھ پر

موت کی خبر سن کر
گرجی زندگی مجھ پر

روشنی کے سنگ اندھیرا بھی ہو گا
بعد تیرگی کے سویرا بھی ہو گا

دوش سارا اس کو ہی کیسے دوں
کچھ تو اس میں ہاتھ میرا بھی ہو گا

وقت رخصت اس کے گالوں کو کبھی
اشکوں نے چپکے سے چوما ہی ہو گا

روٹھنا تو مسئلے کا حل نہ تھا
اس نے بھی شائد یہ سوچا ہی ہو گا

دوش لاپرواہی کیسے دوں اسے
کچھ تو اس میں ہاتھ میرا بھی ہو گا

جاتے ہوئے وہ ہاتھ ملا کر نہیں گیا
پھر کب ملے گا یہ بھی بتا کر نہیں گیا

باقی ہے مجھ میں آس ابھی اس کے آنے کی

شمعیں ابھی وہ سب ہی بجھا کر نہیں گیا

جہنم پیٹ کا بوڑھا کبھی ہونے نہیں دیتا
مجھے ڈر سرد چولہے کا کبھی

کھیلتی ہے نیند آنکھ مچولی رات بھر
خواب رہتے ہیں بے گھر سبھی رات بھر

روز گزرا ہے میرا دل نئی اذیت سے
روز ہی نیا گھاؤ روح پر لگا میری

کاش ایسا کمال ہو جائے
وہ مرا ہم خیال ہو جائے

سرفرازی ہو چاہتوں کی بس
نفرتوں کو زوال ہو جائے

مت کرو پیدا وہ فضا جس میں
سانس لینا محال ہو جائے

غم کی راتوں میں ہر قدم جاناں
کاش تو میری ڈھال ہو جائے

اس کا بن جاؤں میں حوالہ کاش
اور وہ میری مثال ہو جائے

روز اٹھ جاتا ہوں شب کے پچھلے پہر
ڈرتا ہوں بوڑھی راتوں کے خوابوں سے میں

پڑھ نہ لے کوئی لوحیں مرے ذہن کی
سلا دیتا ہوں خوابوں کو آنکھوں سے میں

چہرے کی سادگی ہوتی ہے پرفریب
سب کا ظاہر نہیں ہوتا باطن کی طرح

اس واسطے ہی تو شائد کچھ فسادی ہیں ہم
بس اپنی تعریف ہی سننے کے عادی ہیں ہم

دنیا میں ہم خود کو ہی افضل سمجھتے ہیں بس
خود ہی ہیں اب راہبر اور خود ہی ہادی ہیں ہم

ظاہر میں تو ایک صحرا آتے ہیں ہم نظر
باطن میں لیکن تو اپنے رکھتے وادی ہیں ہم

دنیا میں ہم خود کو ہی افضل سمجھتے ہیں بس
خود ہی ہیں اب راہبر اور خود ہی ہادی ہیں ہم

بس یوں ہی ہم اکثر ان کی مدح کر دیتے ہیں
دنیا کی مانند تھوڑے سے خوشامدی ہیں ہم

کھیلتا ہے یوں وہ میرے جذبات سے

کھیلتی ہیں گھٹا جیسے برسات سے

کام کی بات کوئی کرو دوستو
کچھ نہیں ہوتا حاصل خرافات سے

پھینک دیتے ہیں زندوں کو بھی آگ میں
ہو گا چھٹکارہ کب ان روایات سے

ہمیں باندھ رکھا تھا دوکناروں نے
ہم تھے بہتے ہوئے پانی کی طرح

پایا تھا اُس نے مزاج بادلوں کی طرح
مُجھ پہ برستا رہا وہ بارشوں کی طرح

جِس کے بھروسے تھا باندھا رختِ سفر اب

چھوڑ گیا مُجھ کو وہ بھی قافلوں کی طرح

کئی کہانیاں ہیں پنہاں چہرے کی سلوٹوں میں
کبھی پڑھا کرو انہیں بھی فرصتوں میں جان جاں

اک عجب کھلبلی سی رہتی ہے
دل میں کیوں بے کلی سی رہتی ہے

تجھ سے ملنے کے بعد بھی اکثر
روح میں تشنگی سی رہتی ہے

چاہے کتنی ہی تلخ ہوں یادیں
ان میں اک چاشنی سی رہتی ہے

اوڑھے پھرتا ہوں مسکاں ہونٹوں پر
آنکھ میں اک نمی سی رہتی ہے

پال رکھے ہیں آنکھوں میں جگنو
رات
بھر
روشنی
سی
رہتی
ہے

چاند اک بار میں نے کہا تھا اسے
وہ سمندر سمجھ بیٹھا تب سے مجھے

میری آنکھوں میں لکھی ہے میری کتھا
پوچھتے ہیں مجھے پھر بھی کیا ہوں میں

چھوڑ کر مجھ کو تھے تم گئے جس جگہ
اس جگہ سے ابھی تک ہی ڈرتا ہوں میں

اس کے لہجے میں بات کہہ دی ہے
آج کی ہے میں نے بھی گستاخی

خواب سارے حقیقت کہاں بنتے ہیں
روز و شب کتنے ارماں یہاں لٹتے ہیں

آستینوں میں ان کی بھی کچھ دیکھا ہے
جو مدارت سے گلے یہاں ملتے ہیں

خود نگہباں خدا ان کا ہے ہر گھڑی
جو دیا بن کے شب بھر یہاں جلتے ہیں

میں نے کترا کے گزرنا چاہا جب
خوشبو تیری آ ملی تن سے مرے

بے وفائی سرشت تھی اس کی
میں پشیماں رہا عبث یوں ہی

تیری آنکھوں کی چبھن کہتی ہے
رات بھر سویا نہیں تھا تو بھی

یوں کبھی ٹوٹا نہیں تھا میں بھی
اس طرح رویا نہیں رویا تو بھی

پہلو میں میرے ہے وہ گرا اس طرح
شاخ سے گرتا ہے اک پتہ جس طرح

جسم و جاں میں ہے ہلچل سی اک مچ گئی
اس نے مجھ کو ہے اب کچھ چھوا اس طرح

پہلے سا کب مزاج ہے میرا
اب نہ ہی کل سا آج ہے میرا

چھوڑ دے فکر اب تو لوگوں کی
پہلے سا کب سماج ہے میرا

سچ کہہ دینے کی ہے مجھے عادت
روگ یہ لاعلاج ہے میرا

مجھ پہ اب اختیار ہے اس کا
اس کے دل پر بھی راج ہے میرا

لعل و گوہر نہیں مجھے درکار
تیری چاہت ہی تاج ہے میرا

اس طرح سے پکار پھر مجھ کو
پہلے سا دے قرار پھر مجھ کو

وہ سجانا گلاب بالوں میں
ویسے ہی تو سنوار پھر مجھ کو

پھول جس میں کھلے تھے چاہت کے
دے وہ پہلی بہار پھر مجھ کو

مستقل گر نہیں تو دے سکتا
خواب کچھ دے ادھار پھر مجھ کو

کب یہ اتنا زیادہ مانگا ہے
کچھ تو لیکن دے پیار پھر مجھ کو

اس کے سانچے میں ڈھل گیا ہے
دل اب کتنا پگھل گیا ہے

جو اک عرصے سے بانجھ تھا وہ
وہ پودہ پھول پھل گیا ہے

اک حسیں ہم سفر کا ہو جب ساتھ تو
ہوتی ہے فکر تب منزلوں کی کہاں

کہنے کو آزاد ہیں ہم
اصل
میں
برباد
ہیں
ہم

پاک دھرتی میں ہر ہر پل
کتنے اب ناشاد ہیں ہم

کاش

اک

ایسا م
عجزہ ہو

اب
ان لبوں پر ذکر مرا ہو اب

جس بھی رستے سے ہو گزر میرا
سامنے بس وہ ہی کھڑا ہو اب

ہو سفر بس نصیب میں میرے
اور ترے گھر کا راستہ ہو اب

مستقل ہو یہ تشنگی میری
اور ان آنکھوں کا میکدہ ہو اب

تاروں کی ہو ترے قبا تن پر
چاندنی بس تری ردا ہو اب

بیٹھا ہوں تنہا جو کہیں میں گر
کانوں میں تیری ہی صدا ہو اب

تاروں کی ہو حسیں قبا تن پر
چاند کی سر پہ بس ردا ہو اب

سب کے جیون میں ہی تو غم ہوتا ہے
یا زیادہ یا بہت کم ہوتا ہے

رونے سے کب درد دل کم ہوتا ہے

جیتے ہیں وہ جن میں کچھ دم ہوتا ہے

رہتے ہیں کچھ زخم تازہ عمر بھر
وقت کب زخموں کا مرہم ہوتا ہے

پھرتے ہیں ہونٹوں پہ جو مسکاں لئے
ان کا دل اکثر بہت نم ہوتا ہے

کوئی مجھ کو بس گرانے کی کوشش میں رہا
ضبط میرا آزمانے کی کوشش میں رہا

میں نے جس کو زندگی بھر پلایا آب زم
وہ مجھے زہراب پلانے کی کوشش میں رہا

سب پرندوں کے ہی کٹے ہوئے تھے پر یہاں
میں عبث ان کو اڑانے کی کوشش میں رہا

روزوشب اپنے کئے قرباں جس پر تھے میں نے
وہ سبق مجھ کو سکھانے کی کوشش میں رہا

خود سکھایا تھا ہنر جس کو خوابوں کا میں نے
نیند وہ میری
چرانے کی
کوشش میں رہا

میں رہا سوچتا ترکیب اس سے ملنے کی

اور وہ کسی

نئے بہانے

کی

کوشش میں

رہا

زندگی اک حکایت سی لگتی ہے اب

بے بسوں کی شکایت سی لگتی ہے اب

راستے میں مرے جو پتھر ہیں پڑے
اپنوں کی ہی عنایت سی لگتی ہے اب

سہتے جاؤ سبھی خامشی سے ستم
منصفوں کی ہدائت سی لگتی ہے اب

کسی کو بھی کسی پر بھروسہ نہیں
یہ نئی ہی روایت سی لگتی ہے اب

اس کی ہر بات دل میں اتر جاتی ہے
کوئی الہامی آیت سی لگتی ہے اب

ہر طرف ہی ہیں الجھنیں سی اب

اب بھی دھڑکنیں بے ترتیب ہیں

خوشیوں کا قحط ہے ہی چارسو
اب بھی برکتیں ہیں شائد روٹھی

یاں ہیں نہیں چاہتیں سی پہلے
اب بھی سنگتیں وہ ہیں گئیں مٹ

بھی دھڑکن کی زمیں ہے گئی ہل
اب سی آفتیں ایسی ہیں اتری

جو کو دل قرار بے تھیں کرتی
اب ہی رغبتیں وہ ہیں دی چھوڑ

میں ہوں کیا بتاؤں کیسے

جیسا تھا پہلے ویسا ہوں میں

سچ کہہ دیتا ہوں منہ پر ہی
بس خود ہی دشمن اپنا ہوں میں

خاموشی اچھی لگتی ہے اب
آوازوں سے تو ڈرتا ہوں میں

اس کو شائد گماں نہیں ہے
اب تک اس پر ہی مرتا ہوں میں

مجھ سے سب اس لئے ہیں نالاں
کچھ سوچیں ایسی رکھتا ہوں میں

یہ کیسی اب ہوا چلی ہے شہر میں
کہ سہما سہما ہر کوئی ہے شہر میں

کسی ماں کا ہوا ہے سینہ چھلنی پھر
کہ پھر کہیں سے لاش اٹھی ہے شہر میں

یوں سوچتے یہ گاؤں اپنا چھوڑا تھا
کہ جیسے ہر سو ہی خوشی ہے شہر میں

کیوں اڑ گئی ہے نیند انکھوں سے اب
کیوں یہ ہر سو بے کلی ہے شہر میں

نکلتا ہی نہیں ہے کوئی گھر سے اب
یہ کیسی شام اب ڈھلی ہے شہر میں

انساں کی تقدیر کب دیکھی جائے ہے اب کہ مجھ سے
اتنی یہ تحقیر کب دیکھی جائے ہے اب کہ مجھ سے

میرے خدوخال اب تو اتنے بدل سے گئے ہیں
یہ اپنی تصویر کب
دیکھی جائے ہے اب
کہ مجھ سے

زندگی بھر کچھ میں کرنے کی کوشش میں رہا
وقت کو تھوڑا بدلنے کی کوشش میں رہا

خود کو تبدیل کرنا نہیں آساں یہاں
اور میں دنیا کو بدلنے کی کوشش میں رہا

میری قسمت تو رقم کرتا ہے میرا خدا
میں عبث قسمت بدلنے کی کوشش میں رہا

ساتھ چلنے کی سدا ہی کی ہے کوشش میں نے
وہ ہمیشہ ہی بچھڑنے کی کوشش میں رہا

کیسے ہر شے پر نظر رکھتا ہے انساں کی وہ

راز میں یہ ہی سمجھنے کی کوشش میں رہا

سوچ کے ہی بارشوں کی دعائیں مانگنا
ہر مکیں پختہ مکاں میں نہیں رہتا یہاں

پانی نے اکثر ہی تو ڈھا دی ہیں کچھ بستیاں
پاس پھر کچھ مفلسوں کے نہیں رہتا یہاں

لے گیا جسم سے وہ تو جاں ہی میری
مجھ کو اک شخص ملا تھا فرشتے سا

اس کی ہی ذات میں دیکھا ہے عکس اپنا
اس کے چہرے پہ کچھ تھا آئینے جیسا

سادہ لوگ اور سچے پیار تھے پہلے
ایسے کچھ در و دیوار تھے پہلے

اب کہ ہر سو ہی گھٹا گھی رہتی ہے

لوگ اتنے کہاں بے زار تھے پہلے

جن سے وفا ہو ان کو ستایا نہیں کرتے
دل میں بٹھا کر دل سے اٹھایا نہیں کرتے

جن کو یقیں ہوتا ہے سدا اپنے خدا پر

وہ تو بتوں سے دل کو لگایا نہیں کرتے

شاہ کو ہے فکر بچانے کی تخت و تاج اپنا
اور مفلس سوچتا ہے کب ملے گا اناج اپنا

ایک اس امید پر بس جی رہے ہیں اب سبھی یاں

دیکھنا اک دن تو بدلے گا بے حس سماج اپنا

تلخ حقیقت

خود بولنا سکھایا تھا میں نے جسے کبھی
کہتا ہے بولنے کا سلیقہ نہیں مجھے

انگلی پکڑ کے چلنا سکھایا تھا جس کو
کہتا ہے وہ بھی چلنے کا طریقہ نہیں مجھے

بچھڑتے وقت یوں ہاتھوں کو دیکھنا اس کا
جواز جیسے لکیروں میں ڈھونڈتا تھا کوئی

میں دل نشیں سے خواب کہاں سے لاؤں
بن کانٹوں کے گلاب کہاں سے لاؤں

کچھ خوشیاں تو میں دے سکتا ہوں
لیکن میں بے حساب کہاں سے لاؤں

جن میں کھلتے تھے کنول کے پھول کبھی
اب ویسے میں تالاب کہاں سے لاؤں

میں خود بھٹک رہا ہوں اندھیرے میں
تیرے لئے میں تاب کہاں سے لاؤں

ان نینوں سے چھلکتی تھی جو کبھی
اب ویسی میں شراب کہاں سے لاؤں

کچھ اور درد سہنے کی سکت ہو جن میں
میں اب وہ اعصاب کہاں سے لاؤں

تلخئ حیات سے کہاں ڈرتا ہوں
اپنے ہی ضمیر سے سدا لڑتا ہوں

جن راہوں سے لوگ اکثر کتراتے ہیں
میں اکثر انہی راہوں پر چلتا ہوں

رفتار سے میری نالاں ہے کارواں
اس واسطے ہی میں تنہا چلتا ہوں

جس قدر وفا وہ مجھ سے کرتے ہیں
اس سے کہیں بڑھ کے میں اس پہ مرتا ہوں

کینہ ور سے میں کینہ کرتا ہوں
اس لئے تو میں تنہا رہتا ہوں

مجھ کو کوئی سلجھائے گا کیا
میں تو خود سے الجھا سا رہتا ہوں

چاہے اس کا خمیازہ کچھ بھی ہو
سچ کو سدا سچ میں کہتا ہوں

چاہے کیسی بھی ہو زمین دل
بیج پیار کا بوتا رہتا ہوں

خوابوں کا تسلسل نہ ٹوٹ جائے
دیر تک یوں میں سویا رہتا ہوں

سوچ کر دریا میں جانا کہتے ہیں یہ کنارے مجھ سے
کچھ نہ ہم کر پائیں گے کہتے ہیں یہ بیچارے مجھ سے

چھونے سے پہلے ذرا اچھی طرح سے دیکھ لینا تم
راکھ گرم ہوتی ہے کہتے ہیں یہ انگارے مجھ سے

جانے کب تک ہم کو بوجھ تیرے اٹھانے ہوں
گے
بارہا اب یہ کہتے ہیں سارے ہی سہارے مجھ سے

کب تلک ہم اندیکھی خواہشوں کو سہارہ دیں گے
اب تو اکثر کہتے ہیں یہ ٹوٹے ہوئے تارے مجھ سے

افسردہ مت ہوا کر درد کی اس وادی میں تو
تنہا نہیں ہے تو کہتے ہیں یہ غم کے مارے مجھ سے

تیری یادوں کا اب کیا کروں
ٹوٹے خوابوں کا اب کیا کروں

جو تو نے دیئے تھے مجھ کو
ایسے تحفوں کا اب کیا کروں

دل ہی دل میں کئے تھے جو
ان ارادوں کا اب کیا کروں

جن کی تکمیل ممکن نہیں
ایسے وعدوں کا اب کیا کروں

بیٹھی ہیں بھار چھت سے جو
ایسی بنیادوں کا اب کیا کروں

یہ جو بہت ہی بے باک آنکھیں ہیں یارو
یہ تو بہت ہی خطرناک آنکھیں ہیں یارو

سبھی کو کر دیتی ہیں یہ اشک آلودہ
یہ جو بہت ہی غمناک آنکھیں ہیں یارو